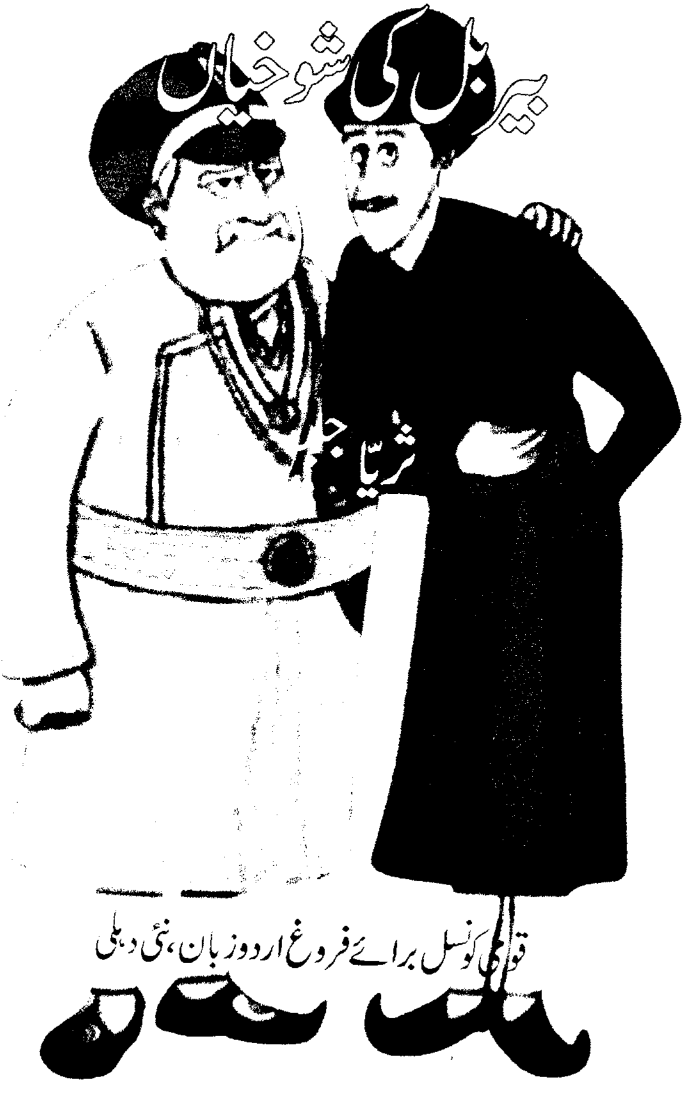
بیربل کی شوخیاں



ثریا جبیں

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

بیربل کی شوخیاں

ثریا جبیں

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

پہلی اشاعت	:	1987
چوتھی طباعت	:	2010
تعداد	:	1100
قیمت	:	-/10 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	558

Birbal ki Shokhiyan

by

Suraiyya Jabeen

ISBN :978-81-7587-408-4

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی-110025، فون نمبر: 49539000، فیکس 49539099

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر کے پورم، نئی دہلی-110066، فون نمبر 26109746

فیکس نمبر 26108159

ای میل urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ www.urducouncil.nic.in

طابع: ہائی ٹیک گرافکس، 167/8، سونا پریا چیمبرس، جولینا، نئی دہلی۔110025

اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

پیارے بچو! علم حاصل کرنا وہ عمل ہے جس سے اچھے برے کی تمیز آجاتی ہے۔ اس سے کردار بنتا ہے، شعور بیدار ہوتا ہے، ذہن کو وسعت ملتی ہے اور سوچ میں نکھار آجاتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو زندگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضامن ہیں۔

بچو! ہماری کتابوں کا مقصد تمھارے دل ودماغ کو روشن کرنا اور ان چھوٹی چھوٹی کتابوں سے تم تک نئے علوم کی روشنی پہنچانا ہے، نئی نئی سائنسی ایجادات، دنیا کی بزرگ شخصیات کا تعارف کرانا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اچھی اچھی کہانیاں تم تک پہنچانا ہے جو دلچسپ بھی ہوں اور جن سے تم زندگی کی بصیرت بھی حاصل کرسکو۔

علم کی یہ روشنی تمھارے دلوں تک صرف تمھاری اپنی زبان میں یعنی تمھاری مادری زبان میں سب سے موثر ڈھنگ سے پہنچ سکتی ہے اس لیے یاد رکھو کہ اگر اپنی مادری زبان اردو کو زندہ رکھنا ہے تو زیادہ سے زیادہ اردو کتابیں خود بھی پڑھو اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھواؤ۔ اس طرح اردو زبان کو سنوارنے اور نکھارنے میں تم ہمارا ہاتھ بٹا سکو گے۔

قومی اردو کونسل نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے پیارے بچوں کے علم میں اضافہ کرنے کے لیے نئی نئی اور دیدہ زیب کتابیں شائع کرتی رہے جن کو پڑھ کر ہمارے پیارے بچوں کا مستقبل تابناک بنے اور وہ بزرگوں کی ذہنی کاوشوں سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔ ادب کسی بھی زبان کا ہو، اس کا مطالعہ زندگی کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

فہرست



راجہ بیربل



ملا دوپیازه

راجہ بیربل کی زندگی

بیربل، شہنشاہ اکبر کے دربار کے نورتنوں میں سے ایک رتن تھے۔ راجہ بیربل کے نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ اُن کا نام برہم داس بتاتے ہیں اور کچھ مہیش داس۔ لیکن یہ سب ہی مانتے ہیں کہ اُن کے خطابات بیربل، صاحبِ سیف وقلم اور کب رائے (مَلِکُ الشعُرا = شاعروں کے بادشاہ) تھے۔ بیربل نے اپنا تخلص برہیتہ رکھا تھا۔

قیاس ہے وہ موضع کالپی (بنارس) کے ایک غریب گھرانے میں ۱۵۶۰ء کو پیدا ہوئے۔ اُن کی ذات کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض تاریخ لکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ برہمن تھے اور بعض اس خیال پر اڑے ہوئے ہیں کہ وہ بھاٹ تھے۔ خیر وہ کچھ بھی تھے مگر انھوں نے تعلیم پائی تھی لاہور کے ایک برہمن سے۔

بیربل ابھی چھوٹے ہی تھے کہ اُن کی والدہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ باپ نے اس ہونہار بچّے یعنی بیربل کو نہایت لاڈ پیار سے پالا۔ بیربل کے باپ امیروں، راجاؤں وغیرہ کو شعر اور اشلوک سُناکر پیٹ پالتے تھے۔ بیربل نے اِس فن میں کافی مہارت حاصل کرلی تھی۔ چنانچہ اس ذہین اور ہوشیار بچّے نے بےگنتی دوہے، اشعار اور اشلوک یاد کرلیے تھے۔ بیربل بچپن ہی سے بڑے تیز، شوخ، حاضرجواب تو تھے ہی اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ خوبصورت اور خوش آواز بھی تھے۔

یہ سُن کر یقین کرنا مشکل ہے کہ وہ صرف نَو سال کی عمر میں جب کبھی سڑک پر کھڑے ہوکر گاتے تو لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے تھے اور روپیوں، پیسوں کی بارش ہونے لگتی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُن کے باپ دولت مند ہوگئے۔ اور پیسہ کمانے کے لیے باپ بیٹا لکھنؤ پہنچے لیکن وہاں اُن کی قسمت میں پیسہ تو نہیں بےعزتی لکھی تھی۔ ایک امیر کی بدسلوکی اور بےپروائی نے بیربل کو لکھنؤ چھوڑ کر وطن آجانے پر مجبور کیا۔ وطن آنے کے بعد اُن کے والد دنیا سے سُدھار گئے۔ لیکن اپنے پیچھے کافی دولت چھوڑ گئے تھے اب بیربل کا دل وطن سے اُچاٹ ہوگیا۔ علم کے شوق نے اُنھیں شہر شہر پھرا کر لاہور پہنچا دیا۔ لاہور سے وہ دہلی آئے۔ یہاں آنے کے چند ہی دنوں بعد اُن کی

خوش آوازی، لطیفہ گوئی اور دوہے پڑھنے کے انداز نے لوگوں کو اُن کا گرویدہ بنادیا۔ آہستہ آہستہ اکبرِاعظم تک بھی یہ خبر پہنچی۔ اکبرِاعظم تو ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتے ہی تھے۔ انھوں نے فوراً بیربل کو اپنے دربار میں بلایا اور ملازم رکھ لیا۔ اس کے بعد بیربل اپنی معاملہ فہمی، سمجھداری دور اندیشی، لطیفہ گوئی، شوخی اور ہوشیاری کی وجہ سے اکبرِاعظم کے نورتنوں میں شمار کیے جانے لگے۔ یہ "سہ ہزاری منصب" (اکبر کے زمانے کا اعزاز) پانے والا اکبری دربار کا انمول رتن افغانستان کی ایک لڑائی میں کام آیا۔

بیربل اور مُلّا دو پیازہ

بچو تم نے اپنے بڑوں سے اور ساتھیوں سے بیربل اور مُلّا دوپیازہ کی نوک جھونک اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے قصّے سُنے ہوں گے اور یہ بھی سُنا ہوگا کہ مُلّا دو پیازہ کا تعلق بھی اکبر کے دربار سے تھا۔ اگر میں یہ کہوں کہ کسی نے یہ "بے پر" کی اُڑائی ہے تو تم یقین نہیں کروگے بلکہ اُلٹا مجھ پر یہ الزام لگاؤگے کہ یہ بے پر کی اُڑا رہی ہیں۔

تم نے علامہ نیاز فتح پوری مرحوم کا نام تو سُنا ہوگا۔ بہت

بڑے عالم، بڑی چھان بین کرنے والے۔ اور جو بات کہتے کافی تحقیق کے بعد کہتے۔ وہ ایک پرچہ نکالا کرتے تھے جس کا نام تھا نگار۔ یہ پہلے لکھنؤ سے نکلتا تھا لیکن جب حضرت نیاز (مرحوم) پاکستان چلے گئے تو نگار بھی پاکستان سے نکلنے لگے تھے۔ انھوں نے اسی نگار میں لکھا تھا کہ مُلّا دو پیازہ کا تعلق اکبر کے دربار سے نہیں تھا بلکہ دکن کی ریاست (غالباً نظام الملک) سے تھا۔ ایک مرتبہ دکن کے بادشاہ کسی لڑائی کے سلسلے میں کسی دوسرے شہر کو گئے تھے۔ واپسی میں اُن کو ایک مقام "ہانڈی" میں ٹھہرنا پڑا، مُلّا دو پیازہ ساتھ تھے۔ جب اُنھیں معلوم ہوا کہ اس شہر کا نام "ہانڈی" ہے تو بادشاہ سے دست بستہ عرض کرنے لگے کہ حضور ظلِّ سبحانی اب دو پیازہ کو "ہانڈی" ہی میں رہنے دیجیے۔ بادشاہ نے اُن کی آرزو پوری کرنے کے لیے اُنھیں وہیں چھوڑ دیا۔ چنانچہ مُلّا دو پیازہ کا انتقال اسی مقام پر ہوا۔ اب تم ہی خیال کرو کہ کہاں دلّی کی حکومت اور کہاں دکن کی ریاست۔ لوگوں نے ایسی اڑائی کہ بیچارے مُلّا کو بیربل سے ٹکرادیا۔

اچھا ایک اور ثبوت میں تمھیں دیتی ہوں۔ مُلّا دو پیازہ کو بیربل کی ٹکر کا بتایا جاتا ہے نا۔ تو ظاہر ہے کہ اکبر کے نورتنوں میں وہ بھی رہے ہوں گے لیکن وہ اکبری دربار میں تھے ہی نہیں تو اُن کا ذکر

کیسے آجاتا۔ میں اکبری دربار کے نورتنوں کی تصویر دیتی ہوں۔ اس میں دیکھ لو کہیں مُلّا دو پیازہ براجمان ہیں یا نہیں۔ اکبرِاعظم کے یہ نَو رتن تھے (اللہ نے چاہا تو ایک کتاب اُن پر بھی لکھوں گی ۔راجہ بیربل (۲) حکیم ابوالفتح (۳) حکیم ہمام (۴) راجہ ٹوڈرمل (۵) حسین خاں ٹکریہ (۶) فیضی (ابوالفیض) (۷) ابوالفضل (فیضی کے چھوٹے بھائی) (۸) مرزا عزیز کوکلتاش (خانِ اعظم) (۹) عبدالرحیم خان خاناں ۔

بتاؤ ان نورتنوں میں بیچارے مُلّا کہاں چُھپے بیٹھے ہیں۔

اچھا اب تحقیق اور چھان بین کے دروازے پر یہیں تالا ڈال دو اور بیربل کی پھلجھڑیوں سے لُطف اُٹھاؤ۔

اکبر کے دربار تک رسائی

کہا جاتا ہے کہ بیربل بیروزگاری سے تنگ آکر ملازمت کی تلاش میں اپنے گاؤں سے چلے اور گھومتے پھرتے دہلی پہنچے ۔ دہلی میں ایک تنبولی (پان بنانے والا) سے اُن کی ملاقات ہوگئی بیربل کی خوش قسمتی دیکھو کہ وہ پنواڑی بھی اسی گاؤں کا تھا پرائے دیس میں بیربل کے لیے یہ پنواڑی کسی فرشتہ سے کم ثابت نہ ہوا بیربل کے دن کا زیادہ حصّہ اُسی پنواڑی کی دکان پر گزرنے لگا۔ روز کی طرح بیربل اسی پنواڑی کی دُکان پر براجمان تھے کہ اکبر بادشاہ کا ایک ملازم بہترین لباس پہنے پنواڑی کی دُکان پر آیا اور اس سے آدھا سیر چونا دینے کی فرمائش کی۔ میاں بیربل بےکار تو بیٹھے ہی تھے دل بہلانے کے لیے شاہی ملازم سے پوچھ بیٹھے کہ "بھئی اکٹھا آدھا سیر چونا لے جاکر کیا کروگے ؟" شاہی ملازم نے کہا: اپنے لیے

نہیں لے جارہا ہوں بلکہ ظلِ سبحانی (سایہ۔پاک،) (اکبر بادشاہ کا لقب) نے منگوایا ہے۔

بیربل:۔ظلِ سبحانی کے پاس تم کس خدمت پر ہو ؟

ملازم :۔ظلِ الٰہی کو پان کی گلوریاں بناکر پیش کرنے کی عزت حاصل ہے مجھے۔

بیربل :۔ اچھا۔ ظلِ الٰہی نے چونا لانے کا جب حکم دیا تو وہ خوش نظر آرہے تھے یا غصّے میں تھے ؟

ملازم :۔(یہ سوچ کر کچھ سوچتا ہے پھر کہتا ہے) ہاں غصّہ ہی میں معلوم ہورہے تھے۔

یہ سنتے ہی بیربل نے کہا" بھائی تمھیں اگر زندگی پیاری ہو تو چونا نہ لے جاؤ اس کے بدلے دہی لے جاؤ۔ یہ سُن کر ملازم پریشان ہوگیا اور انکار کرنا چاہتا تھا کہ بیربل نے کہا " اگر تمھیں خودکشی ہی کرنا ہے تو چونا لے جاؤ " بےچارہ ملازم مجبورًا دہی لے جانے پر راضی ہوگیا۔ دہی لےکر جب وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو اکبر نے دریافت کیا، چونا لے آئے۔ ملازم نے ادب سے کہا" جی ہاں، جہاں پناہ !" بادشاہ نے گرج کر کہا،" کھالو اسے " ملازم بادشاہ کا حکم سُن کر پہلے تو سناٹے میں آگیا۔ پھر دل ہی دل میں خدا کا شکر

بجا لایا کہ اس نے بیربل کی صورت میں فرشتہ کو بھیج دیا جو اُسے دہی لے جانے کا مشورہ دیا۔ بادشاہ کا حکم ملتے ہی اُس نے چونا کا کٹورہ مُنھ سے لگا لیا جس میں دہی تھا۔

دوسرے دن صبح بادشاہ نے خدمت گاروں کو حکم دیا کہ "بابدولت کو ملازم کے حال سے آگاہ کیا جائے۔" انھوں نے عرض کی کہ وہ اپنے کام پر لگا ہوا ہے۔ اکبر کو یہ سُن کر تعجب ہوا۔ اسے بلوایا اور پوچھا سچ سچ بتاؤ کہ تم آدھا سیر چونا کھانے کے بعد زندہ کس طرح رہے؟

ملازم نے جان کی امان پاکر عرض کی "جہاں پناہ نے چونا منگوایا تھا مگر تنبولی کی دُکان پر چونا لینے گیا تو وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے میری نوکری اور ظلِ الٰہی کے غصّے کے بارے میں دریافت کرنے کے بعد مجھ سے کہا کہ چونے کے بجائے دہی لے جاؤ تاکہ تمھاری جان بچ جائے۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ اِسی لیے اِس وقت ظلِ الٰہی کے آگے زندہ کھڑا ہوں۔

اکبر نے یہ داستان سُنی تو حیرت زدہ رہ گیا اور سوچنے لگا کہ وہ کون عقل مند انسان ہے جس نے میرے ملازم کو چونا خریدتے دیکھ کر یہ اندازہ لگالیا کہ میں کیا حکم دینے والا ہوں اکبر نے سوچا ایسے دانا آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ پنواڑی کی دُکان دیکھے۔ ملازم کو حکم دیا کہ

جاؤ اور اُسے بُلا لاؤ۔ ملازم دُکان پر پہنچا بیربل نے اُسے دیکھتے ہی کہا "کیوں! ظلِ سبحانی نے مجھے دربار میں حاضری کا حکم دیا ہے نا؟" ملازم بیچارہ یہ سُن کر ہکا بکا رہ گیا کہ اِسے کس طرح معلوم ہوگیا۔ بیربل نے کہا "میں ایسا گرا پڑا نہیں ہوں جو ایک معمولی خدمت گار کے کہنے پر شاہی دربار چل دوں" ملازم یہ ٹکا سا جواب سُن کر سمجھ گیا کہ آدمی بانے کا ہے۔ بادشاہ سے جاکر عرض کی کہ وہ میرے ساتھ آنے کو تیار نہیں۔ بادشاہ نے شاہی نقیب اور چوبدار کو ملازم کے ساتھ کردیا۔ بیربل نے انھیں بھی ٹکا سا جواب دے کر چلتا کردیا۔ وہ بھی ناکام بادشاہ کے حضور میں پہنچے۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ ٹیڑھے مزاج والے سے پالا پڑا ہے بغیر سواری کے نہیں آئے گا۔ چنانچہ سواری بھجوائی، سواری پہنچی تو بیربل بڑے ٹھاٹ سے اس میں سوار ہوئے اور دربار پہنچے۔

دربار میں آکر بیربل نے بادشاہ کی خدمت میں قدم بوسی عرض کی!

بادشاہ نے دریافت کیا کہ "تم کون ہو اور کیوں آئے ہو؟"

"حضور، خادم ایک مسافر ہے اور روزگار کی تلاش میں ظلِ سبحانی کے شہر میں حاضر ہوا ہے" بیربل نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔

بادشاہ نے مصنوعی غصّے سے پوچھا کہ "کل تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہ ہونے دی"

بیربل نے کہا کہ "مہابلی (اکبر بادشاہ کا یہ بھی ایک لقب تھا) اگر جان کی امان دیں تو عرض کروں" میں نہیں چاہتا تھا کہ مہابلی کا دامن ایک بےگناہ کے خون سے داغدار ہو" بادشاہ نے تعجب سے پوچھا "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میرے ارادے کیا تھے؟ اور خدمت گار کو اکٹھا آدھا سیر چونا خریدتے دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا اور جب میں نے معلوم کیا کہ وہ گلوریاں بنانے کے کام پر مقرر ہے تو مجھے یقین ہوگیا کہ اس نے بےاحتیاطی سے کام لےکر چونا زیادہ لگادیا ہوگا جس کی وجہ سے مہابلی کی زبانِ مبارک کٹ گئی ہوگی اور ظلِ سبحانی نے غصّے میں اسی چونے سے خدمت گار کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہوگا۔ اس خیال کے تحت میں نے چونے کے بجائے دہی لے جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ خادم کا خیال صحیح نکلا اور مہابلی ایک بےگناہ کے قتل سے بچ گئے"

بیربل کی یہ عقلمندانہ بات سُن کر اکبر بہت خوش ہوا اور اسی وقت سے بیربل دربارِ شاہی میں نظر آنے لگے۔

دلوں میں کیا ہے

ایک بہت قابل اور پڑھے لکھے شخص نے اکبر اعظم سے کہا " خداوند! بیربل کی بجائے اس خادم کو اگر آپ وزیر بنائیں تو شاید آپ کا یہ نمک خوار بیربل سے اچھا کام نبھائے گا۔ اکبر اعظم نے جواب دیا۔ اِس سے انکار نہیں کہ تم بہت قابل ہو، پڑھے لکھے ہو لیکن تم ملکی انتظام وغیرہ سنبھال نہیں سکو گے۔

لیکن وہ شخص برابر اصرار کرتا رہا تو اکبر نے کہا کہ اچھا اس کا فیصلہ کل دربار میں ہو جائے گا۔

چنانچہ دوسرے دن دربار میں اکبر نے اس عقل مند شخص سے دریافت کیا کہ اس وقت جو لوگ یہاں بیٹھے ہیں ان کے دلوں میں کیا بات ہے؟

قابل آدمی اس سوال پر سٹپٹا گیا اور عرض کی کہ " حضور!

کسی کے دل کا حال یہ خادم کس طرح جان سکتا ہے " یہی سوال اکبر نے بیربل سے کیا ۔

بیربل نے فوراً عرض کی کہ " مہابلی ! سب کے دلوں میں ہے کہ ظلِّ الٰہی کی سلطنت ہمیشہ قائم رہے ۔ اگر یقین نہ ہو تو آپ ان سے دریافت کر لیجیے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں یا نہیں "

اگر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال نہ ہو تو کس کی ہمت تھی کہ اس بات سے انکار کرتا ۔ بیربل کا یہ عقلمندانہ جواب سُن کر دربار کے تمام لوگ بےساختہ ہنسنے لگے اور وہ شخص اپنا مُنھ لے کر چلا گیا۔

تین چُٹکے

اکبر اعظم کے تقریباً تمام درباری بیربل سے جلتے تھے کہ اتنے کم عرصہ میں بادشاہ کی ناک کا بال ہوگیا ہے۔یہی جلن اُنھیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی اور وہ موقع کی تاک میں رہتے تھے۔ایک دن ایک خواجہ سرا نے موقع پاکر عرض کی کہ "جہاں پناہ! بیربل بہت دانا بہت ہوشیار بنا پھرتا ہے۔اسے کہیے کہ میرے بھی تین سوالوں کا بھلا جواب تو دے۔

بادشاہ نے دربار میں بیربل سے کہا کہ "بھئی بیربل ہمارا خواجہ سرا تم سے تین سوالوں کا جواب چاہتا ہے۔کیا تم دینے کو تیار ہو؟

بیربل بولے حاضر ہوں مہابلی!

خواجہ سرا بڑے ٹھسے سے آگے بڑھا اور پہلا سوال اس یقین سے داغ دیا کہ بیربل سات جنم بھی لے تو جواب نہ دے سکے گا۔ لیکن

بیربل بھی ایک ہی کایاں تھے۔

"بھلا بتائیے تو جناب بیربل صاحب دنیا کا مرکز کہاں ہے؟"

بیربل نے بغیر کچھ دیکھے جہاں کھڑا تھا وہیں ایک لکڑی گاڑ دی اور کہا "یہ ہے زمین کا مرکز۔ ایک انچ اِدھر نہ ایک انچ اُدھر، اگر یقین نہ ہو تو ناپ کر دیکھ لیجیے۔"

اب کیا خواجہ سرا کی موت پکار رہی تھی کہ ناپنے کی حماقت کرتا۔ بے چارہ بیربل کا منھ تاکتا رہ گیا۔ لیکن فوراً ہی سنبھل کر دوسرا سوال اُگل دیا کہ "اچھا یہ فرمائیے کہ آسمان میں کتنے تارے ہیں؟"

خواجہ سرا تو یہ سمجھ رہا تھا کہ میاں بیربل اس سوال پر پریشان ہوکر بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ لیکن بیربل جیسے انسان کے لیے یہ سوال کیا مشکل تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ "یہ بتانا کون سا مشکل کام ہے" آپ ایک بھیڑ منگوائیے۔"

شاہی حکم کی دیر تھی کہ پلک جھپکتے بھیڑ حاضر کردی گئی۔

بیربل نے بھیڑ کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہ ہے آپ کے سوال کا جواب۔"

یہ سُن کر بے چارہ خواجہ سرا بہت ہی سٹپٹایا اور کہا "میں آپ سے ستاروں کی بات کررہا ہوں اور آپ نے بھیڑ سامنے کردی۔ صاف

کہیے کہ آپ سے جواب بن نہیں پڑ رہا ہے۔"

بیربل نے نہایت اطمینان سے کہا "حضور! خفا کیوں ہوتے ہیں۔ میں تو آپ کے سوال کا جواب ہی دے رہا ہوں۔ اس بھیڑ کے جسم پر جتنے بال ہیں اتنے ہی آسمان میں تارے ہیں۔ اگر غلط معلوم ہو تو گن لیجیے۔"

یہ جواب سُن کر بے چارے خواجہ سرا کی سٹی گم ہو گئی۔ یہاں تو بات ہی اُلٹ گئی تھی۔ وہ بیربل کو ذلیل کرنا چاہتا تھا لیکن اب اسی کی عزت کے لالے پڑ گئے تھے۔ کتنی دیر تک وہ سنبھل نہ سکا۔ جب ذرا ہوش ٹھکانے آئے تو آخری لیکن بڑا ہی زبردست سوال کر ڈالا۔ یقیناً یہ سوال ایسا تھا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اُس نے کہا۔

"جناب بیربل صاحب! اس سوال کا جواب اگر آپ عنایت فرمائیں تو زندگی بھر کے لیے آپ کا لوہا مان لوں گا۔ سوال ہے۔

" ایک شخص کی بیوی دیوار کے سہارے لگی سیڑھی پر چڑھ رہی ہے ابھی وہ آدھی سیڑھی چڑھی ہے کہ اُس کا شوہر کہتا ہے "اگر اور اوپر چڑھو گی تو طلاق۔ نیچے اُترو گی تو طلاق۔ سیڑھی پر سے کودو گی تو طلاق" اب بتائیے کہ ایسے میں اس شخص کی بیوی طلاق سے کس

طرح بچ سکتی ہے۔"

بیربل نے تیوری چڑھا کر کہا "ایسے جاہل سے طلاق لے لینا ہی بہتر ہے۔ لیکن آپ طلاق سے بچنے پر اصرار کر رہے ہیں تو سُنیئے۔ اس عورت کا بھائی وغیرہ اس عورت کو سیڑھی پر ہی رہنے دیتے ہوئے سیڑھی کو دیوار سے ہٹا کر نیچے رکھ دے اور عورت کو سیڑھی پر سے اُٹھا کر زمین پر اُتار دے۔ لیجیے وہ عورت طلاق سے محفوظ ہو گئی۔"
یہ جواب سُن کر ایک طرف تو تمام درباریوں نے شرم سے گردنیں جُھکا لیں اور دوسری طرف فخر سے اکبر اعظم کا سینہ پھول گیا۔ اب بچّو بیربل کو کتنا انعام و اکرام مِلا ہوگا اس کا تصوّر کر کے تم مزے لو۔

چھوٹی چادر لمبے پاؤں

خواجہ سرا والے واقعہ کے بعد تو تقریباً تمام درباری انگاروں پر لوٹ رہے تھے۔ ان کے لیے یہ بات ناقابلِ برداشت تھی کہ بادشاہ کی نظروں میں وہ اور چڑھ گیا ہے۔ اور اس کی رائے اور مشوروں پر بادشاہ اور توجہ دینے لگا ہے۔ وہ اسی فکر میں رہنے لگے کہ کسی طرح بیربل کا اقتدار ختم ہو۔ ایک دن جب سب کے صبر کا پیمانہ بھر گیا تو بہت سے عقل مند درباری جمع ہوئے اور بادشاہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ " ظلِ الٰہی۔ کیا راجہ بیربل سے زیادہ بہتر عقل مند آدمی آپ کی مملکت میں نہیں ہے جو آپ اسے اتنی اہمیت دیتے ہیں۔

اکبر اعظم ان کی یہ حسد بھری باتیں سننے کے بعد بولا ہمیں بیربل سے زیادہ عقل مند اور قابل آدمی جس دن مل جائے گا ہم بیربل

کی جگہ اُسے ہی دیں گے ۔"

درباریوں نے دست بستہ عرض کی کہ خداوند، یہی تو مشکل ہے کہ بیربل کے ہوتے ہوئے کسی کا چراغ نہیں جلتا۔ کسی کو بھی اپنی قابلیت کا ثبوت پیشِ خدمت کرنے کا موقع نہیں ملتا۔

اکبر بادشاہ نے کہا" ہم کئی بار اپنے درباریوں کو موقع دے چکے اور ہر بار بیربل کے مقابل وہ زک اُٹھا چکے ہیں۔ اس پر بھی ہم تم سب کو پھر موقع عنایت کریں گے۔" تمام درباری بجھے دل سے رخصت ہوگئے۔ چند دن میں بات آئی گئی ہوگئی اور سب اس واقعہ کو بھول گئے۔ تب ایک دن جبکہ سوائے بیربل کے تمام درباری موجود تھے۔ اکبر اعظم نے ایک چادر منگوائی اور تخت پر لیٹ کر تمام درباریوں سے کہا کہ ہمیں اس چادر سے ڈھانپ دو۔ لیکن یاد رہے کہ ہمارے جسم کا کوئی حصّہ کُھلا نہ رہے۔

تمام درباریوں نے کوشش کرلی لیکن تمام جسم نہ ڈھانپ سکے۔ کیونکہ چادر بہت چھوٹی تھی۔ سر ڈھانپتے تو پیر کُھل جاتے، پاؤں ڈھانپتے تو سر پر سے چادر کھسک جاتی۔ اسی طرح بہت دیر تک کوشش کرتے رہے کسی طرح بادشاہ کو چادر کے اندر نہ کرسکے۔ مجبور ہوکر کہنے لگے ظلِ سبحانی! چادر چھوٹی ہے اور اس سے حضور کا سارا جسم ڈھانپ

دینا ممکن نہیں۔"

جب سب تھک کر الگ ہٹ گئے تو اکبر اعظم نے بیربل سے پوچھا۔ کیوں بیربل تم ہمارا سارا جسم اِس چادر سے ڈھانپ سکتے ہو؟ بیربل نے کہا۔" آپ کے حکم کی تعمیل میرا ایمان ہے مہابلی۔" یہ کہہ کر بیربل نے بادشاہ کے پاؤں گھٹنوں پر سے موڑ دیئے اور چادر سے بادشاہ کو ڈھانپ دیا۔

یہ دیکھتے ہی درباری بولے۔" جہاں پناہ! یہ کیا بات ہوئی بیربل نے تو ٹانگیں موڑ دیں۔"

بیربل نے کہا۔" پاؤں چادر دیکھ کر ہی پھیلائے جاتے ہیں۔"

درباری بیربل کی اس بات پر شرمندہ ہوگئے اور اکبر ہنسنے لگا۔

بیربل اور لے پالک

ایک دن بیربل دربار سے گھر آرہے تھے کہ راستے میں انھیں ایک انتہائی غریب لڑکا نظر آیا جس کے پاس تھوڑے سے چنے تھے جنھیں وہ ایک ایک کرکے کھارہا تھا۔ بیربل نے لڑکے سے کہا تھا۔ ایک ایک چنا کیوں کھا رہے ہو۔ تھوڑے ہی تو ہیں ایک دو دفعہ میں ختم کرڈالو۔ لڑکے نے نہایت ادب سے نیچی آواز میں کہا۔

"حضور کئی دن کا بھوکا ہوں۔ یہ مٹھی بھر چنے میرا پیٹ تو نہیں بھر سکتے۔ ایک ایک چنا اس لیے کھارہا ہوں کہ پیٹ نہ بھرے تو کم از کم کچھ دیر کو تسلّی تو رہے"۔

اُس لڑکے کا ایسا معقول جواب بیربل کے دل پر اتنا اثر کرگیا کہ وہ اُسی وقت اُسے اپنے ساتھ گھر لے آئے اور اُسے پیٹ بھر اچھے اچھے کھانے کھلائے اور جب وہ جانے لگا تو کہا۔ اگر تمھارا کوئی ٹھکانہ

نہ ہو تو میرے پاس ہی رہو۔
اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔ اس بے سرا لڑکے کا اس دنیا میں کون تھا جو وہ ایسا رحم دل مالک اور ایسا آرام دہ گھر چھوڑ کر چلا جاتا؟ چنانچہ وہ یہیں رہ پڑا اور بیربل نے وہ سب دیا جو ایک لے پالک کو دیا جاتا ہے۔ چند ہی دن میں یہ سوکھا سہا لڑکا ایسا ایسا رنگ روپ نکالا کہ کیا پوچھنا۔ کسی بڑے گھر کا چراغ معلوم ہونے لگا۔

کہا جاتا ہے کہ اکبر اعظم اپنے درباریوں سے بعض اوقات بڑے ہی نرالے سوال پوچھا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن بیربل سے دریافت کیا کہ "دنیا میں سب سے بڑی چیز کون سی ہے" بیربل کچھ دیر تو سوچتے رہے پھر کہا "جہاں پناہ! یہ سوال بڑا مشکل ہے مجھے کچھ وقت عنایت فرمائیے" بادشاہ نے کہا "اچھا ہم تمھیں ایک ماہ کی مہلت عنایت فرماتے ہیں۔ لیکن ایک شرط ہے اگر ایک مہینے میں تم نے معقول جواب نہیں دیا تو ہم تمھیں قتل کرا دیں گے"

ہر روز بیربل دربار سے بہت خوش آیا کرتے تھے لیکن آج یہ حالت ہوگئی جیسے برسوں کے بیمار نظر آرہے تھے۔ دن رات اسی پریشانی اور سوچ بچار میں گزرنے لگے۔ بہت عقل لڑائی بہت دماغ پر زور ڈالا لیکن سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ ہوتے ہوتے مہینہ ختم ہونے

کو آیا۔ خوف اور پریشانی میں بیربل پلنگ کو لگ گئے۔ یہ حالت دیکھ کر بے پالک لڑکے نے پریشانی اور اداسی کی وجہ پوچھی تو بیربل نے نہایت افسردہ لہجے میں کہا "بیٹا کیا بتاؤں کل کا دن میری زندگی کا آخری دن ہے" لڑکے نے حیران ہوکر دریافت کیا کہ "یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تب بیربل نے تمام ماجرا کہہ سُنایا۔ سب کچھ سننے کے بعد لڑکے نے کہا" یہ تو بڑا معمولی سوال ہے۔ کل آپ بادشاہ کے حضور میں کہہ دیجیے کہ دنیا میں سب سے بڑی چیز عقل ہے" بیربل اس معقول جواب پر لڑکے کا منھ تکتے رہ گئے۔ اور انھیں یقین ہوگیا کہ اب جان بچ جائے گی۔

وعدہ کے مطابق بیربل جب دربار میں پہنچے تو نہایت خوش تھے اور بادشاہ کے پوچھتے ہی کہہ دیا کہ دنیا میں سب سے بڑی چیز عقل ہے۔

اکبر بادشاہ بھی یہ جواب سُن کر خوش ہوگیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال کر دیا کہ "عقل کھاتی کیا ہے" اور شرط وہی پہلے سوال کی۔ یعنی ایک مہینے کی مہلت۔ جواب نہ دینے پر قتل۔

بیربل اَب کی بار دربار سے لوٹے تو ساری شوخی ختم ہو چکی تھی اور کئی دن کے بیمار نظر آرہے تھے۔ جیسے جیسے دن گزرتے گئے بیربل

کا کھانا پینا چھوٹتا گیا۔ لڑکے کو جب بیربل کی کیفیت معلوم ہوئی تو لڑکے نے آتے ہی بیربل سے سوال کیا۔ اب مہابلی نے کیا سوال کیا ہے ؟ بیربل دل ہی دل میں لڑکے کی دانش مندی پر حیران ہوئے اور کہا۔ بیٹے بادشاہ نے پوچھا ہے عقل کی غذا کیا ہے ۔لڑکے نے بڑے ہی اطمینان سے کہا۔ کل آپ دربار میں کہہ دیجیے کہ" عقل غم کھاتی ہے۔ غم وہی کھاتے ہیں جو عقل مند ہیں اور فکر بھی وہی کرتے ہیں جن کے سر میں دماغ ہے۔ جن کے دماغ اور عقل نہیں وہ غم نہیں کھاتے۔"

بیربل بے دم سے پڑے تھے یہ جواب سنتے ہی بے چین سے ہوکر اُٹھ کھڑے ہوئے گویا مردہ جسم میں جان پڑ گئی ۔

دوسرے دن جب دربار میں گئے تو چہرے پر وہی پُرانی رونق تھی۔ اکبر اعظم دربار میں آتے ہی پوچھ بیٹھا۔" بیربل ہمارے سوال کا جواب ؟" بیربل نے ہاتھ باندھ کر کہا۔"بادشاہ سلامت دنیا میں سب سے بڑی چیز عقل ہے اور وہ غم کھاتی ہے ۔"

اکبر اعظم اس جواب سے بے حد خوش ہوگیا۔ اور بولا۔ اچھا بیربل اب یہ بتاؤ عقل پیتی کیا ہے ؟ لیکن شرط وہی پہلے والی ۔"

یہ سُنتے ہی بیربل پر جیسے بجلی گر پڑی۔ وہ سوچنے لگے کہ لڑکے

نے دو دفعہ تو جان بچائی لیکن اِس بار شاید وہ بھی ناکام ہو۔ مرتا کیا نہ کرتا آخر پھر اُسی لڑکے کو بلاکر پوچھا کہ بیٹا دو مرتبہ تو تم نے ہماری جان بچائی اس سوال کا جواب بھی سوچو۔ سوال ہے عقل پیتی کیا ہے؟ لڑکے نے کہا "مہاراج آپ کیوں غم کھاتے ہیں کل کہہ دیجیے کہ عقل غصّہ پیتی ہے۔ غصّہ وہی پیتا ہے جو عقل مند ہے۔ بے وقوف لوگ ذرا ذرا سی بات پر لڑتے مرتے ہیں۔" بیربل یہ جواب سُن کر پھڑک اُٹھے اور دل میں کہا کہ یہ لڑکا کیا ہے مجسم عقل ہے۔ بڑے اطمینان سے بستر پر دراز ہوگئے۔ مہینے بھر سے یا تو سو نہیں سکے تھے یا اب ایسا سوئے کہ دوسرے دن دربار جانے کے لیے جگانا پڑا۔ تیار ہوکر بڑی شان سے دربار پہنچے اور بادشاہ کے پوچھنے سے پہلے ہی کہہ دیا کہ "عقل غصّہ پیتی ہے۔"

اکبر اس جواب سے پھڑک گیا۔ اور کہا۔ بیربل تم حقیقت میں عقل مند ہو۔ ہم تمھارے جواب سے بہت خوش ہوئے۔ اب ہمارے آخری سوال کا جواب بھی دے دو۔ مگر یاد رہے شرط میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ سوال ہے "عقل کی شکل کیا ہے؟"

بیربل کی جان عجب مصیبت میں پھنسی تھی۔ ایک مصیبت سے چھٹکارا پاتے تو دوسری گلے پڑجاتی۔ اس بار بیربل بڑے بڑے مصوّروں کے پاس گئے اور کہا کہ اگر تم سے عقل کی تصویر بنانے کے

یہ کہا جائے تو کیسی بناؤگے ؟ ہر مصوّر نے اپنی عقل کے مطابق کی عقل کی شکل بتائی لیکن بیربل کو کسی جواب سے تشفی نہیں ہوئی ۔ تھک ہار کر پھر اسی لے پالک سے پوچھا۔ لڑکے نے کہا مہاراج اس سوال کا جواب تو میں آپ کو دے نہیں سکتا۔ ہاں آپ سے دربار میں پوچھا جائے تو آپ کہہ دیجیے کہ اس سوال کا جواب میرا ملازم لڑکا دے گا۔

چنانچہ دوسرے دن دربار میں بیربل نے ایسا ہی کہہ دیا۔ حکم ملا کہ لڑکے کو فوراً حاضر کیا جائے۔ چنانچہ لڑکا دربار میں حاضر ہوا۔ لیکن شہزادوں کا سا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اُس نے حاضر ہوتے ہی ادب سے جُھک کر سلام کیا اور سر جُھکا کر کھڑا ہوگیا۔ اکبر نے پوچھا "کیوں لڑکے ! کیا تجھے معلوم ہے کہ عقل کی شکل کیسی ہے"

لڑکے نے نہایت ادب سے عرض کیا " جی ہاں جہاں پناہ۔ مجھے معلوم ہے "

بادشاہ نے کہا " ذرا ہمیں بھی بتاؤ "

لڑکے نے عرض کیا " میں حضور کو اس کی شکل اُس وقت دکھا سکتا ہوں جب سرکارِ عالی پہلے میری ایک درخواست منظور کریں "

بادشاہ نے تیوری پر بل ڈال کر کہا "بتاؤ کیا درخواست ہے تمہاری!"

لڑکے نے کہا "ظلِ الٰہی اس خادم کو صرف ایک گھنٹے کے لیے بادشاہی عنایت فرمادیں اور تمام درباریوں کو حکم دیں کہ وہ میری ہر بات اسی طرح مانیں جیسے آپ کا حکم بجالاتے ہیں۔

اکبر اعظم پہلے تو کچھ دیر سوچتے رہے پھر تخت سے اُتر آئے اور لڑکے کو تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لڑکے نے تخت پر بیٹھتے ہی کڑک کر کہا جلّاد کو حاضر کیا جائے۔ جلّاد فوراً ہی حاضر خدمت ہوا۔ لڑکے نے بادشاہ کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہ شخص قاتل ہے اِس لیے اِس کی گردن اُڑادی جائے۔" یہ سُنتے ہی تمام درباری آپے سے باہر ہوگئے اور تلواریں نیام سے نکال لیں۔ لیکن لڑکے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اُس نے اسی طرح گرجدار آواز میں کہا۔ میں تمہارا بادشاہ ہوں اور میری حکومت کی میعاد ایک گھنٹہ ہے اور ابھی ایک گھنٹہ پورا نہیں ہوا اس لیے تم لوگ مجھے کسی بات سے نہیں روک سکتے۔ بادشاہ سلامت خود گواہ ہیں۔"

اکبر نے تمام درباریوں کو ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا۔ لڑکے نے جلّاد سے مخاطب ہوکر کہا۔ جلّاد تم نے میرا حکم نہیں سُنا۔" اس کے

بعد اکبر سے بولا ۔" آپ جلّاد کے آگے گردن جُھکا دیں۔" اکبر نے گردن جُھکا دی۔ تب لڑکا بولا ۔" دیکھ لیجیے خداوند۔ عقل کی شکل یہ ہوتی ہے۔ ایک غریب اور بے بس لڑکا، ہندوستان کے شہنشاہ پر حکم چلا رہا ہے ۔ عقل اور اونچے رہنے والوں کو نیچے اور ادنیٰ لوگوں کو اوپر لاتی ہے۔"

اکبر بڑا ہی مردم شناس اور عقل مند لوگوں کی قدر کرنے والا تھا۔ لڑکے کے اس جواب نے اُسے بہت زیادہ متاثر کیا۔ چنانچہ وہ خوش ہوکر بولا ۔" واقعی میرے سوال کا اِس کمسن لڑکے نے بہت بہت ہی معقول جواب دیا ہے۔" جب بادشاہ خوش ہو تو بچّو پھر سامنے والوں کا دامن انعامات سے بھر جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ چنانچہ بیربل اور ان کا لے پالک گودیاں بھر انعام پائے۔

کون اندھا؟

ایک مرتبہ اکبر بادشاہ بےحد غصّے میں تھے۔ بیربل نے بادشاہ کا موڈ بدلنے کے لیے کوئی مسخرے پن کی بات کہہ دی۔ بادشاہ کو اور غصّہ آیا اور اُس نے جھلاّ کر کہا۔" چل اندھے کہیں کے دور ہوجا میری نظروں سے۔"

بیربل نے نہایت ادب سے سر جُھکاکر کہا" مہابلی کا اقبال بلند ہو۔ یہ غلام نظروں سے دور تو ہوا جاتا ہے لیکن جان کی سلامتی پاؤں تو ایک بات عرض کروں۔"

اکبر اعظم نے بگڑکر کہا۔" کیا کہنا چاہتے ہو کہو!"

بیربل نے کہا۔" حضور ظلِّ سبحانی نے مجھے اندھا کہا ہے لیکن مہابلی دنیا میں اندھوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اس لیے سرکار یہ بھی فرمادیں کہ غلام کا تعلّق اندھوں کی کس قسم سے ہے؟"

بیربل کی اس بات پر اکبر بہت حیران ہوا۔ پوچھا "پہلے تم ہمیں اندھوں کی قسمیں بتاؤ پھر ہم تمھیں بتائیں گے کہ تمھارا تعلق کس قسم سے ہے۔"

بیربل نے عرض کی۔" خداوند! سب ہی جانتے ہیں کہ بعض ماں کے پیٹ سے اندھے ہوتے ہیں جن کے آنکھیں تو ہوتی ہیں لیکن بے چارے دیکھنا نہیں جانتے۔ اور دوسری قسم کے اندھوں میں کئی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ پہلی وہ جنھیں یہ خبر نہیں کہ آنکھیں دیکھنے کے لیے ہوتی ہیں۔ دوسرے وہ جنھیں دولت اندھا بنادیتی ہے۔ تیسرے وہ جن کے جسم کا کوئی ایک حصہ مثلاً ٹانگیں ہی اندھی ہوتی ہیں۔ ایسے ہی بہت سے اندھے ہیں جو اس وقت یاد نہیں آرہے ہیں۔"

"یہ سب اندھے ہمیں بھی دکھائے جائیں۔" اکبر نے حکم دیا۔

بیربل نے قدم بوس ہوتے ہوئے کہا "ظلِ الٰہی کا حکم بجالانا خادم کا دھرم ہے۔" یہ کہہ کر اور مہلت لے کر بیربل دربار سے چلے گئے اور ایک دن بازار میں چٹائی بچھائی اور قلم دان لے کر کچھ لکھنے بیٹھ گئے۔ بیربل کو جاننے والا جو بھی ادھر سے گزرتا حیران ہوکر پوچھ بیٹھتا "مہاراج آپ یہ کیا کررہے ہیں"؟

بیربل نے جواب تو نہیں دیا لیکن اُن کے نام ضرور لکھ لیے۔

دوسرے دن صبح صبح بیربل نے پھٹے پُرانے کپڑے پہن لیے اور گھر سے نکل گئے۔ وہ سب لوگ جو انھیں جانتے تھے اس حال میں دیکھ کر سمجھے کہ یہ حضرت بادشاہ کی نظروں سے گر گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ حال ہوگیا ہے۔ چنانچہ انھیں دیکھ کر بعض تو آنکھ بچاکر گزر گئے اور بعض دل میں خوش ہوگئے کہ اچھا ہوا کہ اس پر بادشاہ کا عتاب آگیا۔ بیربل نے دوستوں سے بات کرنی چاہی تو بہانہ بناکر نکل گئے۔ اور بعض جو بہت ہی بدمزاج تھے انھوں نے پہچاننے سے ہی انکار کردیا۔ بیربل نے ایسوں کے بھی نام لکھ لیے۔

اور دوسرے دن دربار میں ان سب لوگوں کو حاضر ہونے کا بُلاوا بھیجا۔ دربار کا وقت ہوا تو بیربل اکبر اعظم کے حضور میں پہنچے اور بولے "مہابلی آج میں کئی قسم کے اندھے حضور کی خدمت میں پیش کرنے والا ہوں" یہ کہہ کر انھوں نے منادی (آواز لگانے والا۔ ڈھنڈورچی) کو حکم دیا کہ ان سب لوگوں کو اندر بھیج دے جن کے نام اس فہرست میں لکھے ہیں۔ چنانچہ وہ سب اندر بھیج دیے گئے۔ انھیں دیکھ کر اکبر نے حیرانی سے بیربل سے کہا "بیربل تم انھیں اندھا کہہ رہے ہو؟ انھیں اندھا کہنے والا خود ہی اندھا ہوگا"

بیربل کے بارے میں اکبر اعظم کی یہ باتیں سُن کر تمام درباری

خوش ہوگئے اور ہنسنے لگے۔ بیربل نے اُن کے ہنسنے کی پرواہ کیے بغیر اُن سے مخاطب ہوکر کہا "زیادہ مت ہنسیے ایسا نہ ہو کہ بعد میں شرمندہ ہونا پڑے"۔ یہ کہہ کر اکبر سے کہنے لگے "مہابلی یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بھگوان نے آنکھیں تو دی ہیں مگر یہ جانتے نہیں کہ ان کا مصرف کیا ہے۔ کل ہی کی بات ہے میں بازار میں بیٹھا لکھ رہا تھا کہ ان میں فلاں فلاں بزرگ میرے پاس آکر مجھ سے پوچھنے لگے "یہ آپ کیا کررہے ہیں جناب؟" اب اِن سے کون کہے کہ بھائی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں تو خود ہی کیوں نہیں دیکھ لیتے"۔ اس کے بعد اُن لوگوں کی باری جو دولت کے پجاری ہوتے ہیں۔ بیربل نے انھیں پیش کرکے کہا۔"یہ وہ لوگ ہیں جہاں پناہ جنھیں صرف دولت، روپیہ پیسہ ہی نظر آتا ہے۔ میں پھٹے پرانے کپڑے پہن کر جب بازار سے گزرا تو اِن میں سے بعض تو مجھ سے کترا کر نکل گئے بعض نے پہچاننے سے ہی انکار کردیا اور بعض دل ہی دل میں خوش تھے۔ اِن سب پیچے دنیادار لوگوں کو شرمندہ کرنے کے بعد بیربل نے عرض کی خداوندا! ٹانگوں کے اندھوں کو پھر کبھی پیش کروں گا"۔ اِس قصّہ کو کئی دن گزر گئے اور لوگوں کے دماغوں سے بھی یہ بات نکل گئی۔ ایک دن دربا جما ہوا تھا کہ بیربل نے آہستہ سے ساتھ والے درباری سے کہا "محل

میں آگ لگ گئی ہے۔ یہ بات دوسرے نے تیسرے سے، تیسرے نے چوتھے سے کہہ دی۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں آگ کی بات آگ کی طرح پھیل گئی۔ اچانک درباری اُٹھ کر بھاگنے لگے۔ بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ ذراسی دیر میں دربار میں الّو بولنے لگا۔ بعد میں سب کو معلوم ہوگیا کہ آگ واگ تو لگی نہیں، میاں بیربل نے زبانی لگائی تھی۔ دوسرے درباری ایسی باتوں کی تو تاک ہی میں رہا کرتے تھے تاکہ بیربل کو بادشاہ کی نظروں میں ذلیل کریں۔ کسی نے بادشاہ کے کان بھر دیے کہ بیربل کی اب یہ ہمت ہوگئی ہے ظلِّ سبحانی کے دربار میں گڑبڑ مچادے، یہ سنتے ہی بادشاہ کا مزاج بگڑ گیا، بادشاہ نے گرجتے ہوئے پوچھا "بیربل اب تمھارا حوصلہ اتنا بلند ہوگیا ہے کہ مابدولت کا جما جمایا دربار بگاڑ دو"

بیربل نے نہایت ادب سے ہاتھ باندھ کر عرض کیا "جہاں پناہ! غلام تو چاہتا تھا حضور ان لوگوں کو ملاحظ فرمائیں جو ٹانگوں کے اندھے ہیں۔ ملاحظ فرمالیں کہ کس کس کی ٹانگوں میں اپنا جوتا ہے اور کون کون ننگے پیر ہے" اب جو دیکھتے ہیں تو گھبراہٹ میں ہر ایک نے دوسرے کا جوتا پہن رکھا تھا۔ اکبر ہنس پڑا۔ اور جو لوگ بیربل کی شکایت لے کر گئے تھے شرمندگی سے سر جھکا لیے۔

کون منحوس ؟

اکبر اعظم معمول کے مطابق دربار سجائے بیٹھے تھے۔ درباری درجہ کے مطابق حاضر تھے کہ اکبر بادشاہ، بیربل سے پوچھ بیٹھا "بیربل ہماری سلطنت میں سب سے زیادہ منحوس آدمی کون ہے ؟"

بیربل بولے "حضور ایک شخص کے بارے میں، میں نے سُن رکھا ہے کہ جو کوئی صبح اُٹھتے ہی اُس کی صورت دیکھتا ہے اُسے دن بھر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔

بادشاہ نے کہا "بیربل ہمیں یقین نہیں آتا۔ کل صبح اسے ہمارے حضور میں پیش کرو تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ یہ بات غلط ہے یا درست"

بیربل نے رات کو ایسا انتظام کیا کہ وہ شخص محل میں سوئے اور صبح کو سب سے پہلے بادشاہ اس کا چہرہ دیکھیں۔

دوسرے دن اکبر اعظم اس کا چہرہ دیکھنے کے بعد کچھ اس طرح سلطنت کے کاموں مصروف ہوا کہ اُسے کھانے کا خیال تک نہیں آیا۔

شام کے وقت بادشاہ کو بھوک کا احساس ہوتے ہی بیربل کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ بیربل کے آتے ہی بادشاہ نے کہا " بیربل تم نے ٹھیک اطلاع دی تھی ۔ واقعی یہ شخص انتہائی منحوس ہے۔ اس منحوس کی صورت دیکھنے کے بعد ہمیں اب تک کھانا نصیب نہیں ہوسکا۔ ایسے منحوس انسان کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جاؤ اُسے پھانسی پر لٹکانے کا حکم دے دو "

یہ سُنتے ہی بیربل کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ تو سمجھ رہے تھے یہ تفریح اور مذاق کے لیے یہ تجربہ ہورہا تھا یا اب مذاق خطرناک صورت اختیار کرگیا تھا۔ خواہ مخواہ ایک بے گناہ کو قتل کیا جارہا تھا۔ یہ سوچ کر بیربل بولے " اے شاہوں کے شاہ ۔ یہ حقیقت ہے کہ اس منحوس کی صورت دیکھنے کے بعد حضور کو دن بھر کھانا کھانے کی فرصت نہیں ملی لیکن خداوند اس پر غور فرمائیے کہ اس بدبخت نے آج سب سے پہلے حضور کا چہرۂ مبارک دیکھا تو اُسے پھانسی پر لٹکائے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب آپ ہی فرمائیے رعایا کسے زیادہ منحوس سمجھے گی ؟ " بیربل کی بات سُن کر بادشاہ ہنس پڑا اور اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ بادشاہ نے کہا " سچ ہے اُسے سزا دینا بہت بڑی غلطی ہوگی " لہٰذا اسے انعام دے کر رخصت کردو "

بے فکری سے سونا بھی بڑی دولت ہے

اکبر اعظم کو ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ وہ ایک مرتبہ اسی طرح تماشہ دیکھ رہے تھے کہ ایک ہاتھی بے قابو ہوکر چھوٹ گیا۔ تمام لوگوں میں ہلڑ مچ گیا۔ جو سامنے آتا ہے اُسے ہاتھی یا تو کچل ڈالتا ہے یا اُٹھاکر پھینک دیتا ہے۔ لوگ بے تحاشہ بھاگ رہے تھے۔ کسی میں ہمت نہیں تھی کہ ہاتھی کی صورت میں بڑھتی ہوئی موت سے پنجہ لڑائے۔ لیکن اُس ہنگامے میں اچانک ایک نوجوان سامنے آیا اور اُس نے بھاگتے ہوئے ہاتھی کی دم پکڑ کر زور لگایا اور ہاتھی کو روک لیا۔

بادشاہ نے جو یہ تماشہ دیکھا تو حیران رہ گیا۔ پھر بیربل کو اس نوجوان کی بہادری اور طاقت بتاکر پوچھا۔" بیربل اس نوجوان میں یہ بہادری، بےخوفی اور طاقت کہاں سے آگئی ؟"

بیربل نے عرض کی " جہاں پناہ ! یہ سب بے فکری کا کرشمہ ہے "

بادشاہ کو بیربل کی بات پر یقین نہیں آیا کہ بے فکری سے اتنی طاقت کہاں سے اور کیسے آجاتی ہے۔ بولا " بیربل تمھارے جواب نے ہمیں مطمئن نہیں کیا "

بیربل بولے " غلام، مہابلی کو اپنے جواب کا ثبوت دینے کی کوشش کرے گا " اس کے بعد بیربل نے اس آدمی کو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو بیربل نے کہا " نوجوان، جہاں پناہ ، تمھاری طاقت اور بہادری کا تماشہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آج سے تمھیں اس بہادری کے صلہ میں روزانہ ایک روپیہ تنخواہ ملا کرے گی۔ (بچّو ! تم ایک روپیہ روز پر حیران مت ہو، کیونکہ اس زمانے میں روز ایک روپیہ، بہت زیادہ اہمیت رکھتا تھا)۔ تمھارا کام صرف یہ ہوگا کہ شہر کی فلاں خانقاہ میں ٹھیک شام کے وقت چراغ جلا آیا کرو۔ لیکن یاد رکھو، اگر ایک دن بھی تم وقت سے آگے پیچھے پہنچے تو تمھیں پھانسی دے دی جائے گی "

یہ سن کر نوجوان ، بادشاہ کی قدم بوسی کر کے گھر چلا آیا اور دوسرے دن سے حکم کے مطابق ہر روز خانقاہ پر چراغ جلانے لگا۔

اتفاق دیکھو بچّو! کہ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد شاہی اصطبل کا ایک بیل چھوٹ گیا۔ نوجوان وہاں موجود تھا۔ لوگوں نے نوجوان سے کہا، بھائی اس روز تم نے ہاتھی کی دُم پکڑ کر اُسے قابو میں کرلیا تھا۔ اس بیل کو بھی تو قابو میں لاؤ۔ لوگوں کی باتیں سُن کر نوجوان، بیل کو قابو میں لانے کے لیے آگے بڑھا اور دوڑ کر اس کی دُم پکڑ لی۔ لیکن بیل کو نہ رکنا تھا نہ رکا۔ بلکہ وہ خود بیل کے ساتھ گھسیٹنے لگا۔ اس کے بعد بیل نے اس زور کا جھٹکا مارا کہ نوجوان دھڑام سے زمین پر آرہا اور بیل بھاگ گیا۔ یہ اطلاع ملتے ہی بیربل، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کرکے بولے ” مہابلی، دیکھیے بے فکری انسان سے ہاتھی کا مقابلہ بھی کروالیتی ہے اور فکرمندی انسے اتنا کمزور کردیتی ہے کہ وہ بیل کو بھی قابو میں نہیں لاسکتا۔ جب تک اس نوجوان کی زندگی بےفکری سے گزر رہی تھی اُس نے کس آسانی سے ہاتھی پر قابو پالیا تھا لیکن جب اس کی زندگی میں چراغ وقت پر جلانے کی فکر داخل ہوگئی تو وہ اس حالت کو پہنچ گیا کہ ایک بیل اُس سے نہ سنبھل سکا۔“

اکبر نے یہ سُن کر کہا ” واقعی فکر انسان کو کمزور کردیتی ہے۔“ ہم تمھاری عقل مندی سے بےحد خوش ہوئے۔

بیربل نے کہا ” خداوند یہ تو سچ ہے کہ انسان فکر اور فرض کی

پابندی کے سوا دنیا میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا لیکن ایسی فکر بہت بُری ہے جو جان کو روگ بن کر چمٹ جائے۔

اکبر نے اسی وقت نوجوان کو بلا کر کہا "نوجوان آئندہ سے تم خانقاہ میں چراغ جلانے نہ جایا کرو لیکن روزانہ ایک روپیہ تنخواہ بحال رہے گی۔ تم پہلے جس طرح آزاد اور خودمختار تھے آج سے اپنے آپ کو ویسا ہی سمجھو اور فکر کرنا چھوڑ دو" یہ سُن کر نوجوان بے حد خوش ہوا اور چند دن بعد اس میں وہی قوت اور بہادری آگئی جو پہلے تھی۔

غرض جوتیاں اُٹھوائے

ایک دن جب کہ بیربل دربار میں حاضر نہیں تھے۔ اکبر نے درباریوں سے دریافت کیا کہ "بھلا بتاؤ تو دنیا میں سب سے بُری چیز کون سی ہے؟"

اچانک ایسا سوال سُن کر درباری ایک دوسرے کا مُنھ تکنے لگے۔ کسی نے سوچا۔ چوری بُری چیز ہے۔ کسی نے غیبت کو بُری چیز خیال کیا۔ کسی نے جھوٹ کو زیادہ بُری چیز سمجھا غرض اسی طرح کی باتیں سوچتے اور خود ہی تردید کرتے رہے۔ جب خود ہی مطمئن نہیں ہوئے تو بادشاہ کو کیا جواب دیتے۔ چنانچہ سب نے مل کر کہا "جہاں پناہ! اس وقت تو یکایک اس ٹیڑھے سوال کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اگر حضور ایک دن کی مہلت عنایت فرمائیں تو جواب عرض کریں گے۔

دربار سے نکل کر سب درباری ایک جگہ جمع ہوئے اور سرجوڑکر

جواب سوچنے لگے۔ ایک کسی چیز کو بُری کہتا تو دوسرا اُس پر اعتراض کر دیتا۔ اسی طرح ساری رات بحث اور سوچنے میں گزر گئی۔ لیکن کوئی دل کو چھو لینے والا جواب سمجھ میں نہیں آیا۔ سب پریشان تھے کہ بادشاہ کے سامنے کیا مُنھ لے کر جائیں گے۔ اچانک ایک درباری کو خیال آیا کہ کیوں نہ بیربل سے اس سوال کا جواب پوچھیں۔ بیربل سے جواب پوچھنے کوئی بھی جانا تو نہیں چاہتا تھا لیکن مجبوری ایسی آپڑی تھی کہ سب نے وہاں جانا منظور کر لیا۔

بیربل کے پاس پہنچے اور اپنی مشکل بیان کی۔ بیربل نے سُنتے ہی کہا یہ تو بہت آسان سوال ہے لیکن اس کا جواب ایک شرط پر دے سکتا ہوں۔ درباریوں نے خوش ہوکر پوچھا کہ وہ کیا شرط ہے، بیان کیجیے۔ یہ سُن کر بیربل نے کہا۔ آپ حضرات دربار میں جانے کے لیے ایک پالکی لائیں لیکن اُسے کہار نہیں اُٹھائیں گے بلکہ آپ لوگ اُٹھائیں گے۔

یہ سُن کر سب درباری خفا ہوئے اور کہا "پالکی اُٹھا کر لے جانے میں ہماری بے انتہا ذلت اور رسوائی ہے ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔"
بیربل بولے "نہ اٹھائیے پالکی۔ آپ کی خوشی۔ خود ہی جواب سوچ لیجیے۔"

درباریوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد بےبسی سے کہا "ہمیں آپ کی شرط منظور ہے" انھوں نے سوچا بیربل کی شرط مان کر ہم پالکی لے جائیں گے تو لوگوں کی نظروں میں آجائیں گے۔ لیکن وہ یہ سوچ لیں گے کہ یہ بھی کوئی مذاق ہورہا ہے۔ اگر بادشاہ کو جواب نہیں دیتے ہیں تو اُن کی نظروں میں ذلیل ہوتے ہیں۔ جو بڑی خراب بات ہے۔ چنانچہ وہ بیربل کو پالکی پر بِٹھاکر دربار کی طرف چل دیے۔ راستے میں جو اُنھیں پالکی اُٹھائے دیکھتا تو دانتوں میں انگلی دبالیتا کہ اتنے عزّت والے درباری پالکی اُٹھائے جارہے ہیں۔ لیکن درباری بےچارے بیربل پر پیچ وتاب کھاتے نظریں نیچی کیے چلے جارہے تھے۔ اسی طرح پالکی دربار میں پہنچی تو اکبر بادشاہ حیران رہ گئے اور بولے "یہ کیا تماشہ ہے؟"

بیربل پالکی سے نکل کر آداب بجالائے اور عرض کیا۔ "مہابلی کی جے ہو! حضور نے کل درباریوں سے دریافت فرمایا تھا کہ دنیا میں سب سے بُری چیز کیا ہے۔ یہ اُس کا جواب ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔"

اکبر نے پوچھا "جواب کیوں کر ہوا؟"

بیربل بولے "یہ لوگ مجھ سے جواب پوچھنے آئے اور میں نے

جواب دینے کی یہ شرط رکھی کہ مجھے پالکی میں بٹھا کر دربار تک لے چلیں۔ چنانچہ یہ اپنی غرض کے لیے مجھے پالکی میں اٹھائے لیے چلنے پر راضی ہوگئے ۔ مہابلی ! دنیا میں سب سے بڑی چیز غرض ہے۔ جو انسان سے دوسروں کی جوتیاں بھی اٹھوالیتی ہے۔"

اکبر یہ جواب سن کر بہت دیر تک ہنستے رہے اور تمام درباریوں کو کچھ نہ کہا۔

دل سے دل کو راہ

ایک دن صبح سویرے اکبر اور بیربل چہل قدمی کرنے نکلے سُہانا سماں تھا، باتیں کرتے دولوں بہت دور نکل گئے۔ باتوں باتوں میں اکبر نے بیربل سے پوچھا" بیربل عام طور پر کہا جاتا ہے کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی ؟"

بیربل جواب دینے ہی والے تھے کہ سامنے سے مسلمان گوالن (دودھ والی) آتی نظر آئی۔ سر پر دودھ کا مٹکا رکھے شہر کی طرف جارہی تھی۔ بادشاہ نے اُسے دیکھ کر بیربل سے کہا" دیکھو اسے اپنے کام کا کس قدر خیال ہے۔ سر پر وزن اُٹھائے تیز تیز قدم اُٹھائے شہر جارہی ہے تاکہ دودھ بیچ کر جلد گھر پہنچ جائے"

بیربل بولے" مہابلی نے ابھی خادم سے پوچھا تھا کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے اگر اجازت ہو تو خادم اُس کا جواب اس گھوسن سے

دلا سکتا ہے "

اکبر نے حیرانی سے پوچھا " وہ کس طرح ؟"

بیربل نے عرض کیا۔ خداوند نے گھوسن کو اچھا سمجھا تو یقیناً وہ بھی آپ کے حق میں نیک خیال رکھتی ہوگی "

اکبر نے کہا " بھئی یقین نہیں آتا "

بیربل بولے " میں ثابت کیے دیتا ہوں جہاں پناہ " یہ کہہ کر وہ گھوسن کو پاس بُلالائے اور پوچھنے لگے " یہ دودھ کہاں لے جارہی ہو؟"

گھوسن نے جواب دیا " شہر لے جارہی ہوں بیچنے کے لیے "

بیربل بولے " لیکن تیرا دودھ خریدے گا کون ؟ تجھے معلوم نہیں آج اکبر بادشاہ کا انتقال ہوگیا " گوالن یہ سُن کر مٹکا زمین پر پٹک کر رونے لگی۔ بیربل نے بناوٹی حیرانی سے پوچھا " ارے کیوں رورہی ہو ؟"

گھوسن آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ جب ہمارا بادشاہ ہی دنیا میں نہیں رہا تو اب ہم جی کر کیا کریں گے۔ ایسا رحم دل بادشاہ اب کہاں پیدا ہوگا "

بیربل ہنس کر بولے " اری تونے خواہ مخواہ اپنا نقصان کرلیا۔ میں تو مذاق کررہا تھا۔ اکبر بادشاہ تو زندہ ہیں "

یہ سُن کر گوالن کی باچھیں کھِل گئیں۔ اس نے کہا "اگر وہ زندہ ہیں تو کیا پرواہ ایسے ہزار مٹکے اس پر سے قربان" یہ کہہ کر وہ خوش خوش گاؤں کو جانے لگی تو بیربل نے بادشاہ کا اشارہ پاکر اُسے کچھ روپے دیے جو اُس کے دودھ سے کئی گنا زیادہ تھے۔

گوالن کے جانے کے بعد اکبر نے بیربل سے کہا "تمھاری بات میں وزن معلوم ہوتا ہے کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔

اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ آگے بڑھے۔ اُنھیں ایک گھسیارا گھاس کھودتا نظر آیا۔ اکبر نے اسے دیکھ کر کہا "بیربل دیکھو تو، یہ کیسا گندہ آدمی ہے تمام جسم اور کپڑے مٹی میں اَٹ رہے ہیں یہ تو انسان نہیں بھوت معلوم ہوتا ہے"

بیربل فوراً بولے "بادشاہ سلامت نے گوالن کے متعلق اچھی رائے ظاہر فرمائی تھی تو وہ بھی حضور کو اچھا خیال کرتی تھی اب دل سے دل کو راہ ہوتی ہے اس کا الٹ بھی ملاحظہ فرمالیجیے" یہ کہہ کر بیربل گھسیارے کے پاس گئے اور اس سے سوال کیا کہ یہ گھاس کھود کر تم کیا کروگے" اُس نے گھاس کھودتے کھودتے کہا شہر لے جاکر بیچوں گا"

بیربل بولے "لیکن میاں تمھاری گھاس خریدے گا کون؟ اکبر بادشاہ تو مرگئے" گھسیارے نے جل کر کہا "وہ منحوس مرگیا ہے تو مرنے

دو ہیں کیا۔"

اکبر بادشاہ نے اپنے تعلق سے گھسیارے کے منھ سے ایسے کلمات سُنے تو ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئے اور وہاں سے کھسک لیے۔ اور بیربل کی بات کے قائل ہوگئے۔

پہچانا کس طرح؟

بیربل کی حاضر جوابی، ہوشیاری، عقلمندی اور معاملہ فہمی کی شہرت دہلی سے نکل کر دور دور تک پہنچ گئی تھی۔ ایک مرتبہ دوسرے ملک کے بادشاہ نے اکبر اعظم کو لکھا کہ آپ کے نو رتنوں میں سے ایک رتن بیربل کو چند دن کے لیے ہمارے دربار میں بھیجنے کی زحمت گوارا فرمائیے تاکہ ہم بھی اس کی عقلمندی کا امتحان لیں۔ اکبر نے بیربل کو مقصد بتائے بغیر روانہ ہوجانے کا حکم دے دیا۔

بیربل دوسرے بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں سب کے سب ایک جیسے شاہانہ کپڑے پہنے برابر برابر بیٹھے ہیں۔ کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ بادشاہ ان لوگوں میں ہے بھی یا نہیں اور اگر ہے تو کون ہے۔

بیربل فوراً تاڑ گئے کہ اس طرح میرا امتحان لیا جارہا ہے چنانچہ

وہ آہستہ آہستہ سب لوگوں کے آگے سے گزرنے لگے۔ ایک شخص کے آگے جب بیربل پہنچے تو ادب سے انھوں نے اپنا سر جھکا دیا۔ یہی شخص وہاں کا بادشاہ تھا۔ نہ صرف بادشاہ کو بلکہ تمام درباریوں کو حیرت ہوئی۔ چنانچہ وہاں کے بادشاہ نے اچنبھے سے پوچھا "بیربل تم نے ہمیں پہچانا کس طرح ؟"

بیربل نے کہا " جہاں پناہ ! بہت آسانی سے، اس لیے کہ سرکار کی نظر تو سب درباریوں پر تھی۔ لیکن تمام درباریوں کی نظریں حضور کے چہرۂ مبارک پر تھیں۔ بس یہ دیکھتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ آپ کہاں تشریف فرما ہیں "

یہ جواب سن کر وہاں کا بادشاہ بے حد خوش ہوا اور بے شمار انعامات عطا کیے۔ اور کئی دن تک اپنے پاس مہمان رکھا اور اس کی مہمان نوازی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی اور جب یہ جانے لگے تو بادشاہ نے بہت مشکل سے اجازت دی اور اُنھیں رخصت کرنے شہر سے باہر تک آیا۔

بیربل نے تان سین کی تان توڑی

بیربل، اکبر اعظم کے جتنے مُنھ چڑھے تھے اتنا ہی دوسرے درباری ان سے نہ صرف حسد کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اُنھیں نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ بیربل بھی ایک ہی کایاں تھے۔کبھی بھی اُن کی زد میں نہیں آتے۔ صاف بچ کر نکل جاتے اور وہ لوگ غصہ میں اپنا ہی مُنھ نوچ کر رہ جاتے پھر سب سر جوڑ کر بیربل کو بادشاہ کی نظروں سے گرانے کی تدبیروں میں لگ جاتے۔

ایک مرتبہ تقریبًا سب ہی درباریوں نے مل کر بادشاہ سے شکایتاً کہا کہ "خداوند! آخر بیربل میں ایسی کیا خوبی ہے کہ جو ظلِ سبحانی کی اس پر اتنی نظر کرم ہے۔ تان سین کو ظلِ الٰہی بھی پسند فرماتے ہیں اور یقینًا تان سین کسی ہیرے سے کم نہیں۔ کیوں نہ تان سین کو بیربل کی جگہ دی جائے؟"

اس طرح کی باتیں تقریباً ہر روز اکبر کے کانوں تک پہنچتی رہتی تھیں اور اکبر ان باتوں سے تنگ آچکا تھا۔ اس دن درباریوں کے اصرار پر اکبر اعظم کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ مزاج ایک دم بگڑ گیا۔ بولا کہ تم لوگ ہمیشہ بیربل کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہو۔ تمہیں قائل کرنے کے لیے ہم بیربل اور تان سین کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ کہہ کر قلم دان منگوا کر اکبر نے برہما کے بادشاہ کے نام دو خط لکھے۔ ایک خط بیربل کو دیا دوسرا تان سین کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ یہ خط برہما کے بادشاہ تک پہنچا دیں۔ اور سخت تاکید کر دی کہ راستے میں اس خط کو کھولنے کی سزا موت ہے۔

اب تو سارے ہی درباری پریشان کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔

مرتا کیا نہ کرتا۔ بیربل اور تان سین سفر کی تکالیف اُٹھاتے ہوئے گرتے پڑتے بہ ہزار دقّت منزل تک پہنچے۔ برہما کے بادشاہ نے اکبر اعظم کے درباری ہونے کے ناطے ان لوگوں کی خوب خاطر مدارات کی۔ ہندوستان کے حالات پوچھتا رہا۔

بیربل اور تان سین نے اپنے اپنے خط بادشاہ کے سامنے پیش کیے۔ برہما کے بادشاہ نے جو یہ خط پڑھے تو سناٹے میں آگیا۔ ان دونوں کو ابھی آرام کرنے کا حکم دے کر رخصت کر دیا۔ اور اُن کے دربار سے ہٹتے ہی اپنے وزیروں اور درباریوں سے مشورہ کرنے لگا کہ اُن کے ساتھ

کیا سلوک کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ خط میں لکھا ہے کہ خط لانے والے کو قتل کر دیا جائے۔

بادشاہ، وزیر اور تمام درباری پریشان۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ خط لانے والے کوئی معمولی حیثیت کے آدمی نہیں تھے۔ بہت پایہ کے اور دربار میں اونچی حیثیت رکھتے تھے۔ یہی چیز انھیں پریشان کر رہی تھی کہ اُن کے ساتھ آخر کس طرح کا سلوک کریں۔ کیونکہ یہ اپنی نوعیت کا عجیب واقعہ تھا۔ دربار میں فیصلہ ہوا کہ بیربل اور تان سین سے پہلے پوچھ لیا جائے کہ انھوں نے کیا جرم کیا ہے۔ اس کے بعد ہی کوئی مناسب قدم اُٹھایا جاسکتا ہے۔

چنانچہ دوسرے دن دربار میں بیربل اور تان سین کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اُنھیں مخاطب کرکے کہا۔

تمھارے بادشاہ نے ان خطوں میں لکھا ہے کہ "خط لانے والوں کا سر قلم کردیا جائے" اب تم ہی بتاؤ تمھارا کیا جُرم ہے؟۔

بے چارے بیربل اور تان سین خود لاعلم تھے کیا بتاتے؟ خط کا مضمون سُن کر بیربل تو سوچ میں پڑگئے اور اصل بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے لیکن میاں تان سین کے تو جیسے ہوش

اُڑ گئے۔ صورت فق ہوگئی۔ خوف کے مارے سارے بدن کا خون خشک ہوگیا۔ جیل خانے میں لگا بیربل کی خوشامد کرنے کہ کسی طرح تدبیر لڑاکر اس وقت جان بچالو۔ میں زندگی بھر تمھارا احسان مند رہوں گا۔

بیربل نے کہا۔ بھائی تان سین ایک ہفتہ کے بعد جب یہ لوگ ہمیں قتل کرنے لے چلیں تو خاموشی سے ان کے ساتھ ہوجانا۔ اگر تمھیں پہلے قتل کریں تو میں کہوں گا پہلے مجھے قتل کرو اور تم کہنا نہیں پہلے مجھے قتل کرو۔ تمھارا کام بس اتنا ہی ہوگا۔ باقی میں دیکھ لوں گا۔

مہلت کا ایک ہفتہ ختم ہوگیا اور ان دونوں کو قتل گاہ کی طرف لے جایا گیا۔ اتفاقاً تان سین کی باری پہلے آئی۔ بیربل نے چلاکر جلاّد سے کہا۔ ٹھہرو! اِن سے پہلے مجھے قتل کرو۔

جلاّد، تان سین کو ہٹاکر بیربل کو قتل کرنا چاہا تو تان سین نے تان ماری کہ "نہیں مجھے پہلے قتل کرو۔" اسی طرح کئی بار ہوا تو جلاّد جھلاّ گیا اور اُن دونوں کو دوبارہ بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا اور سارا قصّہ بادشاہ کو سُنایا۔

بادشاہ اب پہلے سے بھی زیادہ حیران ہواکہ مرنے سے یہ لوگ گھبرانے کے بجائے خود کو پہلے پیش کررہے ہیں۔ بادشاہ نے غصّہ میں آکر کہا کہ تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو؟ نہ تو اپنا جُرم بتاتے ہو اور نہ ہی اپنے جُرم کی

سزا میں خاموشی سے قتل ہونے کے لیے تیار ہوتے ہو؟ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟

بیربل نے عرض کیا۔ بادشاہ سلامت! آپ جرم کی نوعیت جانے بغیر ہمیں قتل کروا دیجیے۔ رہا پہلے قتل ہونے کی خواہش۔ تو یہ ہماری خوش نصیبی ہوگی جو اپنے بادشاہ کے حکم پر پہلے قتل ہو جائیں۔

برہما کے بادشاہ نے جب بہت زیادہ اصرار کرکے پوچھا تو بیربل نے کہا۔ جہاں پناہ! ہمارے ملک کے جوتشیوں اور پنڈتوں نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ ہم قتل ہونے کے بعد بہت جلد یہاں پیدا ہوں گے اور بڑے ہوکر آپ کی حکومت پر قبضہ کرکے ہم اپنے بادشاہ کے حوالے کر دیں گے۔ بس اسی لیے ہم ایک دوسرے پر مرنے کے لیے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔

یہ سُن کر وہاں کا بادشاہ بہت آگ بگولا ہوا بیربل سے کہنے لگا۔

"میں تمھارے بادشاہ کا نہ تو باجگزار ہوں اور نہ ہی ماتحت پھر میں اُن کا حکم کیوں مانوں"

یہ سُن کر بیربل نے کہا آپ جب ہم کو قتل کروانا نہیں چاہتے تو یہاں ہمارا ٹھہرنا بے کار ہے اس لیے اجازت دی جائے کہ ہم اپنے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں۔ برہما کے بادشاہ نے نہ صرف انھیں

خوشی سے جانے کی اجازت ہی دی بلکہ انھیں خوش کرنے کے لیے تحفے وغیرہ دے کر رخصت کردیا۔

اِدھر دہلی میں اکبر اعظم دربار میں بیٹھے تھے کہ بیربل حاضر ہوئے اکبر نے بیربل کو دیکھ کر تعجب سے پوچھا۔ بیربل تم اکیلے کیسے آگئے تان سین کہاں ہے؟ تم زندہ کیسے بچے؟

بیربل نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ ظلِّ الٰہی۔ میاں تان سین اپنے گھر گئے ہیں۔ اس کے بعد بیربل نے تمام حالات سنائے۔ اکبر بیربل کی چالاکی پر بہت دیر تک ہنستے رہے۔ جب ہنسی کا زور کم ہوا تو درباریوں سے مخاطب ہوکر کہا۔ دیکھا تم نے بیربل اور تان سین میں کیا فرق ہے؟ آئندہ تم لوگ بیربل کے مقابلے میں کسی کی سفارش نہیں کروگے۔ اس کے بعد بیربل کو انعام واکرام سے نواز کر رخصت کردیا اور ساتھ ہی دربار بھی۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ و اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

راجہ رام موہن رائے



مصنف : بجے رلال گھوش

مترجم : انعام الحق

صفحات : 112

قیمت : -/16 روپے

بچوں کے حالی



مرتبہ : صالحہ عابد حسین

صفحات : 63

قیمت : -/14 روپے

اقبال اور بچوں کا ادب

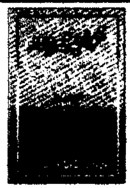


مصنفہ : زیب النساء بیگم

صفحات : 216

قیمت : -/60 روپے

خواجہ میر درد



مرتب : ظہیر احمد صدیقی

صفحات : 64

قیمت : -/14 روپے

ڈاکٹر راجندر پرشاد



مصنف : عبداللطیف اعظمی

صفحات : 41

قیمت : -/10 روپے

رتن ناتھ سرشار



مصنف : پریم پال اشک

صفحات : 108

قیمت : -/17 روپے

ISBN: 978-81-7587-408-4

क़ौमी काउन्सिल बराए फ़रोग़-ए-उर्दू ज़बान

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language

Farogh-e-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110025